اسباب الغفلہ

(غفلت کے اسباب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تمہید	۵
۲	گناہوں میں ابتلاء کا سبب	۶
۳	مال واولاد کو اسباب غفلت کہنے کی وجہ	۸
۴	درجات اموال واولاد	۹
۵	مال حاصل کرنے میں بے احتیاطی	۹
۶	چندہ لینے میں بے احتیاطی	۱۰
۷	حصولِ مال میں بے احتیاطی	۱۱
۸	حفاظت مال میں کوتاہی	۱۲
۹	ترک تقلید کا وبال	۱۲
۱۰	نفس کی چالاکیاں	۱۴
۱۱	مال خرچ کرنے میں بے احتیاطی	۱۴
۱۲	فخرو ریا کے لئے خرچ کرنے کی برائی	۱۵
۱۳	عورتوں کی فرمائشوں کا انجام	۱۷
۱۴	شیخ کامل	۱۹
۱۵	عورتوں کی نظر	۲۰
۱۶	زیور کی اصلی غرض	۲۱

۱۷	رشوت لینے کا سبب	۲۱
۱۸	عورتوں میں حبِّ مال	۲۲
۱۹	عورتوں کی بعض کوتاہیاں	۲۲
۲۰	شوہر کی رقم کے خرچ کرنے میں عورتوں کی بے احتیاطی	۲۳
۲۱	عورتوں کو اپنا مال خرچ کرنے میں بھی شوہر سے مشورہ کرنا چاہیئے	۲۴
۲۲	شادی کرتے وقت انتخاب کا معیار	۲۶
۲۳	عورتوں کی فضول خرچی سے بچنے کا گر	۲۷
۲۴	شادی کے موقع پر فضول خرچی	۲۷
۲۵	ایک بیوہ کی شادی	۲۸
۲۶	شادی میں زیادہ تکلفات کا نقصان	۲۸
۲۷	ہندو بنیئے کی بیٹی کی شادی کا قصہ	۲۹
۲۸	قرض لیکر شادی کرنے کا نقصان	۳۰
۲۹	تفاخرانہ رسموں کا رواج	۳۱
۳۰	بدعقلوں کا استدلال	۳۱
۳۱	مردوں کی اصلاح کے لئے عورتوں کی باہمتی	۳۲
۳۲	اولاد کی طلب میں کئے جانے والے گناہ	۳۴
۳۳	بچوں کی پرورش کے بہانے کئے جانے والے گناہ	۳۵
۳۴	ارادہ کا فائدہ	۳۶
۳۵	نماز کا پابند ہونے کی آسان ترکیب	۳۷
۳۶	اولاد کے لئے آئندہ کی فکر میں کئے جانے والے گناہ	۳۷
۳۷	مال واولاد سے بے جا محبت کا نقصان	۳۹

وعظ

اسباب الغفلہ

(غفلت کے اسباب)

یہ وعظ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے عورتوں کی درخواست پر ان کی اصلاح کے لئے مسجد محلّہ پیر غائب مراد آباد میں ۲۵/صفر المظفر ۱۳۳۱ھ کو ایک گھنٹہ پندرہ منٹ تک ارشاد فرمایا۔

وعظ میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا کہ مال واولاد کی محبت میں پڑ کر اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت مولانا سعید احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اجمالی مسودہ لکھا بعد ازاں ان کے برادر خورد علامہ ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیلی تبیض کی جو ۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ کو شروع ہوئی۔ یہ وعظ مستورات کے لئے خصوصاً بہت مفید ہے۔ ذکر الٰہی سے غفلت کے اسباب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

خلیل احمد تھانوی
۱۴۳۲/۱۲/۱۸ھ
۲۰۱۱/۱۱/۱۵ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَاتُلۡھِکُمۡ اَمۡوَالُکُمۡ وَلَآ اَوۡلَادُکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ۚ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ﴾(۱)

تمہید

قبل اس کے کہ اس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جائے اتنا سن لینا ضروری ہے، کہ اس وقت کے بیان سے زیادہ تر مستورات کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے اور چونکہ مستورات درسیات کم پڑھتی ہیں یا بالکل نہیں پڑھتیں نیز ان کو اہل علم کی صحبت بہت کم میسر ہوتی ہے اس لئے ان کا فہم سادہ ہوتا ہے (۲) تو ان کی رعایت سے اس وقت مضامین بھی سادہ بیان کئے جائیں گے پس ممکن ہے کہ اس وقت کے بیان میں اہل علم کو حظ نہ حاصل ہو سکے اور حظ مقصود بھی نہیں (۳) دیکھئے دوا سے تحصیل حظ (۴) کا کون قصد کیا کرتا ہے بلکہ دوا سے اصل مقصود صحت ہوتی ہے گو

(۱) ’’اے ایمان والوں نہ غافل کریں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارے میں‘‘ سورۃ المنافقون:۹ (۲) ان کی سمجھ (۳) لطف نہ آنے (۴) دواء سے مزہ کا کون ارادہ کرتا ہے۔

وہ کیسی ہی بدمزہ ہو مگر مقصود میں معین و مفید ہونے کی وجہ سے گوارا کی جاتی ہے۔ اسی طرح وعظ بھی اصلاح نفس کے لئے بمنزلہ دوا کے ہے اس میں بھی حظ مقصود نہ ہونا چاہیئے اور نہ بیان کرنے والے کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے ہاں اگر مقصود میں خلل نہ ہو(۱) تو ایسے مضامین علمی کا بھی درمیان میں بیان کر دینا مضائقہ نہیں جن سے اہل علم کو حظ حاصل ہو۔ جیسے اطباء بھی دوا کے ساتھ مصری(۲) یا شربت ملا دیا کرتے ہیں تاکہ طبیعت اس کو سہولت سے قبول کرے لیکن اس وقت چونکہ مستورات مخاطب ہیں۔ اور زیادہ مقصود ان کو نفع پہنچانا ہے اور ان کو مضامین علمیہ سے دلچسپی یا حظ حاصل نہیں ہوتا اس لئے مضامین علمیہ کو قصداً بچایا جائیگا ہاں استطراداً(۳) اور تبعاً کوئی بات آجاوے تو ممکن ہے گو اس وقت جو کچھ بھی بیان ہوگا وہ ایسے مضامین نہ ہونگے جن سے مردوں کو نفع نہ ہو ان کو بھی ان سے نفع ضرور ہوگا۔ اور کم سے کم یہی نفع ہوگا کہ وہ یہ مضامین وقتاً فوقتاً اپنی مستورات کو سنا سکیں اور بتلا سکیں لیکن چونکہ روئے سخن زیادہ تر مستورات ہی کی طرف ہوگا اس لئے میں نے پہلے سے مردوں کو متنبہ کر دیا کہ اس وقت کے بیان میں ان کے مذاق کی رعایت نہ ہوگی بلکہ مستورات کے مذاق و فہم کی زیادہ رعایت ہوگی کیونکہ شاید کسی کو مضامین علمیہ کا انتظار ہو تو وہ اس انتظار میں نہ رہے بلکہ محض مقصود پر نظر رکھے۔

گناہوں میں ابتلاء کا سبب

اس تمہید کے بعد اب بیان شروع کرتا ہوں گو اس وقت زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہے عصر کے بعد سے مغرب ہی تک بیان کرنے کا ارادہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس قلیل وقت میں(۴) زیادہ تفصیل نہیں ہوسکتی اس لئے

(۱) مقصود میں خرابی واقع نہ ہو (۲) مٹھائی شکر وغیرہ (۳) ضمناً (۴) تھوڑے وقت میں۔

اس وقت اختصار کو ملحوظ رکھ کر صرف مضامین کثیر الوقوع (۱) بطور قواعد کلیہ کے بیان کئے جائیں گے۔ جزئیات کا احاطہ اول تو ویسے بھی مشکل ہے پھر وقت زیادہ نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مجھ کو ایک خاص حالت مذمومہ (۲) کے متعلق گفتگو کرنا ہے جس میں عموماً ہم سب مبتلا ہیں اور خصوصاً مستورات کو اس کی زیادہ نوبت پیش آتی ہے۔ چنانچہ ترجمہ آیت ہی سے اس خاص حالت کا پتہ چل جائے گا کہ اس حالت مذمومہ میں ابتلاء عام ہے یا نہیں، اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کو مال و اولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑ جانے سے منع فرمایا ہے اور اس بات پر آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں کی وجہ سے غفلت میں پڑ جاویں گے وہ خسارہ میں ہیں۔ اب آپ اپنی حالت میں غور کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ معصیت (۳) کا زیادہ سبب اکثر مال واولاد ہی کا تعلق ہوتا ہے حق تعالیٰ اسی سے روکتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ مال واولاد تمہارے لئے ذکر اللہ سے غفلت کا سبب ہو جاویں۔

یہاں ذکر اللہ سے مراد طاعۃ اللہ ہے (۴) چونکہ طاعات کی وضع ذکر اللہ ہی کے لئے ہے اس لئے ذکر بول کر طاعت مراد لے لی جاتی ہے اور اس کنایہ میں نکتہ یہ ہے کہ جس طرح معصیت کا سبب غفلت ہے جس پر لاتلھکم میں دلالت ہے اور غفلت کا سبب دنیا کے ساتھ قلب کا تعلق ہونا ہے جس پر اموالکم واولادکم دلالت کر رہا ہے جس سے مراد مجموعہ دنیا ہے اور ان دونوں کی تخصیص لفظی کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونوں دنیا کے اعظم افراد ہیں اسی طرح طاعت کے بجائے ذکر اللہ کہنے میں اس پر دلالت ہے کہ طاعات کا سبب غفلت کا مقابل ہے یعنی ذکر اور ذکر کا سبب خدا کے ساتھ دل کا متعلق ہونا ہے جس پر اضافت ذکر الی اللّٰہ سے دلالت ہو رہی ہے۔

---

(۱) اکثر پیش آنے والے مضامین (۲) بری حالت (۳) گناہ (۴) اللہ کے احکام کو بجالانا۔

۱۲ جامع) تو اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ مال واولاد اکثر طاعت سے غفلت کا سبب ہوا کرتے ہیں اور جب طاعت سے غفلت ہوگی تو وہ معصیت ہوگی نتیجہ یہ نکلا کہ معصیت کا زیادہ سبب مال واولاد کا تعلق ہے۔

مال واولاد کو اسباب غفلت کہنے کی وجہ

اور جب یہ زیادہ تر معصیت کا سبب تھے جبھی تو حق تعالیٰ نے ان کی وجہ سے غفلت میں پڑنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ حق تعالیٰ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی کلام حشو (۱) اور زائد نہیں ہوتا پس دنیا بھر کی چیزوں میں سے اموال واولاد کو خاص طور پر ذکر فرمانا اس کی صاف دلیل ہے کہ ان دونوں کو غفلت عن الطاعات یعنی صدور معاصی میں زیادہ دخل ہے۔ دوسرے قاعدہ یہ ہے کہ خدا، ورسول کے کلام میں تصریح کے ساتھ ممانعت اُسی چیز سے ہوتی ہے جس میں ابتلاء (۲) زیادہ ہو جو کثیر الوقوع ہو اور جس میں ابتلاء نہ ہو اس کا وقوع زیادہ ہو اس سے بالتصریح ممانعت نہیں کی جاتی کیونکہ اس سے تصریح کے ساتھ ممانعت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ مثلاً شریعت میں شراب پینے کی تو ممانعت ہے پیشاب پینے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ شرب خمر میں (۳) ابتلاء کی کثرت تھی اور شرب بول (۴) میں کوئی مبتلا نہ تھا اس لئے اول سے صراحۃً منع کیا گیا اور دوسرے سے صراحۃً منع نہیں کیا گیا پس کسی چیز سے صراحۃً ممانعت کرنا اس کی دلیل ہے کہ یہ کثیر الوقوع ہے (۵) تو حق تعالیٰ کا اموال واولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑنے کی ممانعت فرمانا ہی اس کی دلیل ہے

(۱) بیکار اور زائد (۲) جس میں لوگ زیادہ مبتلا ہوں (۳) شراب پینے میں (۴) پیشاب پینے میں (۵) یہ بات اکثر پیش آتی ہے۔

کہ یہ زیادہ تر معصیت کا سبب ہوتے ہیں خود کلام اللہ بھی اس کو بتلا رہا ہے اور مشاہدہ بھی، چنانچہ اپنی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مال واولاد کی وجہ سے کتنے گناہ ہوتے ہیں۔

درجات اموال واولاد

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مال میں عمل کے دو مرتبے ہیں۔ ایک درجہ حاصل کرنے کا، اور ایک اس کو محفوظ رکھنے کا، اسی طرح اولاد میں بھی یہ دو مرتبے ہیں۔ ایک اولاد حاصل کرنے کا دوسرے ان کی حفاظت کا اور ایک تیسرا مرتبہ اور ہے لیکن یہ مرتبہ اموال واولاد دونوں کے لئے جدا جدا ہے پہلے دو مرتبوں کی طرح مشترک نہیں ہے۔ چنانچہ مال میں تو تیسرا مرتبہ صرف کرنے کا ہے اور اولاد میں تیسرا مرتبہ ان کے لئے آئندہ کی فکر کرنے کا ہے۔ غرض تین درجے عمل کے مال میں ہیں اور تین درجے اولاد میں ہیں۔ مال میں تو تین عمل یہ ہیں مال کا پیدا کرنا۔ مال کی حفاظت کرنا، مال کا صرف کرنا، اور اولاد میں تین درجے عمل کے یہ ہیں۔ اولاد کو حاصل کرنا، پھر اس کی حفاظت کرنا، پھر اس کے لئے آئندہ کی فکر کرنا۔ تو کل چھ مرتبے ہوئے جو کہ حقیقت میں اعمال کے درجے ہیں اب ان چھ مرتبوں میں بہت مختصر انداز سے اپنی حالت کو دیکھ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں ہمارا برتاؤ کیا ہے اور ان میں ہم کتنے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

مال حاصل کرنے میں بے احتیاطی

مثلاً مال میں تین مرتبے تھے ایک حاصل کرنا، دوسرے حفاظت کرنا، تیسرے صرف کرنا، اب دیکھئے یہ مال کتنے ناچ نچاتا ہے۔ سب سے اول مرتبہ مال حاصل کرنے کا ہے، اسی کو دیکھئے کہ اس میں کس قدر بے احتیاطیاں ہوتی ہیں

جب کوئی یہ نیت کرلیتا ہے کہ اتنا مال اپنے پاس آنا چاہیئے پھر حرام وحلال کی تمیز بہت مشکل ہے پھر جیسا بھی کچھ ہو احتیاط نہیں کرتا۔ میں اپنی حالت کہتا ہوں کہ میں نے اکثر احوال میں ہدیہ لینے کے لئے کچھ شرائط وقواعد مقرر کرر کھے ہیں۔ مثلا پہلی ملاقات میں ہدیہ نہیں لیتا اور جب تک خلوص ومحبت کا علم نہ ہوجائے اس وقت تک نہیں لیتا اوران سب کے بعد یہ قاعدہ کرر کھا ہے کہ کسی سے اس کی ایک دن کی آمدنی سے زیادہ نہیں لیتا۔ مثلاً کسی کی تیس روپے ماہوار آمدنی ہے تو اس سے ایک دفعہ میں ایک روپے سے زیادہ نہیں لیتا۔ اور ایک دفعہ کے بعد دوسرے ہدیہ میں ایک ماہ کا فصل ضروری کردیا ہے۔ تاکہ کوئی ایک مہینہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ نہ دے سکے، لیکن جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور کوئی خاص مقدار رقم کی اس کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے تو پھر آنکھیں بند کر کے لے لیا جاتا ہے۔ اس وقت یہ قواعد وشرائط ملحوظ نہیں رہتے افسوس تو یہ ہے کہ بعض اوقات اپنی ذات کو بھی اس رقم سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسرے ہی کی نیت سے کچھ رقم جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اوراس میں بھی احتیاط نہیں کی جاتی مثلاً کسی نیک کام کے لئے رقم جمع کی جائے اور یہ تجویز کرلیا جائے کہ اس کے واسطے اتنی رقم جمع ہونا چاہیئے تو اب حلال وحرام کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔

چندہ لینے میں بے احتیاطی

غضب یہ کہ جولوگ اپنی ذات کے واسطے لینے میں احتیاط کرتے ہیں وہ بھی نیک کاموں کے واسطے لینے میں اتنی احتیاط نہیں کرتے چنانچہ ابکے چندۂ بلقان میں (۱) میں نے دیکھا ہے کہ جو محتاط لوگ رنڈی بھڑووں (۲) کا روپیہ کبھی نہ لیتے تھے انہوں نے اس چندہ میں انکا روپیہ بلاتامل (۳) لے لیا، اسی طرح مدرسوں اور انجمنوں کے چندوں میں کوئی بندہ خدا ہوگا جو احتیاط کرتا ہوگا ورنہ مشکل ہے اسمیں محتاط لوگ بھی

(۱) جنگ بلقان کے موقع پر لوگوں نے چندہ کیا تھا (۲) طوائفوں سے چندہ لینے میں (۳) بغیر سوچے سمجھے۔

یوں سمجھتے ہیں کہ اپنے لئے تو احتیاط کرنا ممکن ہے کیونکہ اس میں احتیاط کرنے سے اگر آمدنی کم ہوئی تو اپنی ذات پر تھوڑی سی دقت برداشت کرلیں گے۔ کہ ایک وقت کھایا دوسرے وقت نہ کھایا، لباس عمدہ نہ پہنا گھٹیا ہی پہن لیا مگر یہاں مدرسوں اور انجمنوں کے چندہ میں یا ترکوں کے چندہ میں احتیاط کیسے کریں، یہاں تو دس ہزار کا پورا ہونا ضروری ہے اس سے کم میں کام ہی نہیں چل سکتا اور اتنی بڑی رقم تو اسی طرح پوری ہوسکتی ہے کہ جہاں سے جو ملے لے لیا جائے۔ پھر نفس یوں سمجھاتا ہے کہ یہ تو خدا کا کام ہے ہمارا ذاتی کام تھوڑا ہی ہے اس میں تھوڑی سی چشم پوشی (۱) بھی کرلی جائے تو کچھ حرج نہیں۔ واقعی مولویوں کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے اور درویشوں کا نفس درویش، تو وہ یوں ان کو تاویلیں بتادیتا ہے حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ اپنے نفس کے لئے گناہ کرنے میں مقصود تو کچھ حاصل ہوجاتا ہے کم از کم اپنے پاس روپیہ ہی آتا ہے اور دین کے کام میں گناہ کرنے سے تو مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ دین کے کام سے تو رضائے حق ہی مقصود ہے سو معصیت میں وہ کہاں اور روپیہ اپنے کو نہ ملنا تو ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ وہ دوسروں کو پہنچ گیا بس تم خواہ مخواہ بیچ میں خالی ہاتھ بھی رہے اور گناہ میں بھی مبتلا ہوئے تو ایسے کام میں تو اور بھی زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے۔

حصولِ مال میں بے احتیاطی

اب میں کہتا ہوں کہ جب ہم جیسوں کو خدا کے کام میں تحصیل مال کے لئے اتنی وسعت ہوجاتی ہے اور اس میں ہم سے اتنی بے احتیاطیاں ہوتی ہیں جہاں اپنے کو کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا تو جہاں اپنے نفس کے لئے مال حاصل کرنا مقصود ہو وہاں تو کس قدر بے احتیاطیاں ہوں گی۔ کیونکہ وہاں تو مال سے اپنے آپ کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اپنا کام نکالنے کے لئے تو کچھ بھی حلال وحرام کی پروا نہ کی جائیگی۔

---

(۱) صرف نظر۔

بالخصوص جبکہ صرف کام نکالنا ہی مقصود نہ ہو بلکہ کچھ جمع کرنا بھی منظور ہو اب تو بے احتیاطیوں کا دروزاہ بہت ہی وسیع ہوگا ہاں اگر کسی کو مال جمع کرنے کی پروا نہ ہو تو البتہ وہ احتیاط کرسکتا ہے چنانچہ دینداروں میں تو بفضلہ تعالیٰ ایسے بہت ہیں جن کو مال جمع کرنے کی پرواہ نہیں ہوتی مگر دنیا داروں میں ایسے بہت کم ہیں ان کی تو ہر وقت یہی نیت ہوتی ہے۔ کہ اتنا سرمایہ جمع ہونا چاہیئے اتنی جائداد ہونی چاہیئے پھر اس کے لئے نہ سود ورشوت سے دریغ ہوتا ہے نہ قرض لیکر مار لینے سے نہ قرض لیکر انکار کرنے سے نہ بہنوں کا حق دبانے سے نہ کسی کی زمین غصب کر لینے سے غرض پھر وہ طرح طرح کے گناہ مال جمع کرنے کیلئے کرتے ہیں اور حلال وحرام کی کچھ تمیز نہیں رہتی یہ تو حاصل کرنے کا حال تھا۔

حفاظت مال میں کوتاہی

اب آگے رہ گیا حفاظت کرنا تو مال کی حفاظت تو پوری پوری جب ہوتی ہے کہ نہ زکوٰۃ دے، نہ صدقۂ فطر دے، نہ کسی کو اللہ واسطے کچھ دے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی سائل کے متعلق یہ معلوم ہوگیا کہ واقعی محتاج ہے لیکن محض اس لئے نہیں دیتے کہ مال کم ہوجائیگا۔ بعض لوگ زیور میں زکوٰۃ نہیں دیتے حالانکہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ واجب ہے مگر اس میں لوگوں نے دوسرے مجتہدوں کی آڑ پکڑ لی ہے ان کے نزدیک واجب نہیں سو خوب سمجھ لو کہ محض حظ نفس (۱) کے لئے کسی دوسرے امام کا مذہب اختیار کر لینا یہ دین نہیں بلکہ اتباع نفس اور تلاعب بالدین ہے (۲)۔

ترک تقلید کا وبال

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قول لکھا ہے کہ ان کے سامنے ایک

(۱) نفس کی خوشنودی کے لئے (۲) دین کو کھیل بنانے ہے

شخص نے کسی عالم کا واقعہ بیان کیا جو حنفی تھے کہ انہوں نے ایک محدث کو اُس کی لڑکی کے نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے کہا کہ میں پیغام منظور کرسکتا ہوں مگر تم حنفی اور میں محدثین کے طریقہ پر ہوں اس طرح نباہ نہیں ہوگا اگر تم امام ابوحنیفہ کی تقلید کو ترک کر کے محدثین کا مذہب اختیار کرلو تو پھر مجھے کچھ عذر نہ ہوگا، چنانچہ اس عالم نے اس شرط کو مان لیا اور نکاح ہوگیا۔ سائل نے ان بزرگ سے پوچھا کہ کیا اس صورت میں ترک تقلید جائز تھی؟ فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ مرتے وقت اس شخص کا ایمان نہ سلب ہوجائے۔ کیونکہ جس مذہب کو یہ اب تک حق سمجھے ہوئے تھا اور حق سمجھ کر ہی اس کی تقلید کرتا تھا اس کو اس نے محض ایک ہوائے نفس کے لئے ترک کردیا ہے۔ تو اس کا ایمان بچنا بہت مشکل (اعـاذن الله منه (اللهم انا نعوذ بك من الحور بعد الكورو من العمى بعد البصر ومن الضلالة بعد الهدى اٰمين ۱۲)(۱) اسی طرح بعض لوگوں نے محض اپنا مال بچانے کے لئے زیور کے مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب لے لیا ہے اس میں تو شافعی ہوگئے پھر دوسری جگہ اگر کہیں اڑ گڑے (۲) میں پھنسے تو وہاں امام ابوحنیفہ کا قول لے لیتے ہیں اس وقت حنفی بن جاتے ہیں۔ تو ان کا نفس ایسا ہے جیسے شتر مرغ، کہ صورت میں اونٹ کے بھی مشابہ ہے اور پردار ہونے کی وجہ سے پرندہ بھی ہے۔ اب اگر کوئی اونٹ سمجھ کر اس پر بوجھ لادنا چاہے تو اپنے کو پرندہ کہتا ہے اور اس طرح جان بچاتا ہے اور اگر کوئی پرندہ سمجھ کر یہ کہے کہ ذرا اوپر کو اڑ کر دکھا تو کہتا ہے میں تو اونٹ ہوں بھلا کہیں اونٹ بھی اڑا کرتا ہے حضرت فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ عطار اسی کو کہتے ہیں ۔

---

(۱) اے اللہ ہمیں اس سے بچا ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں مال میں زیادتی کے بعد کمی ہونے سے اور بینا ہونے کے بعد نابینا ہونے سے اور بعد ہدایت گمراہی سے (۲) گھوڑوں کے دوڑانے کی جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھوڑا ایک ہی چکر میں گھومتا رہتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی جگہ پھنس جائیں اور باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آئے تو امام صاحب کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را　　نے کشد بارو نے پرد بر ہوا
گر بپر گوئیش گوید اشترم　　ور نہی بارش بگوید طائرم (۱)

تو واقعی نفس کی یہی کیفیت ہے کہ یہ اپنے اوپر بات ہی آنے نہیں دیتا بس کبھی کچھ بن گیا کبھی کچھ بن گیا۔

نفس کی چالاکیاں

بعضوں کا نفس تو دنیا کے پردہ میں ایسی چالاکیاں کرتا ہے اور بعض دین کی آڑ میں یہ حرکتیں کرتے ہیں بس کسی سے سن لیا تھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ نہیں تو وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے شافعی بن گئے یہ تو دینداروں کا حال ہے جو خلاف شرع کام کرنے سے اپنے نزدیک بہت بچتے ہیں۔ اور جہاں اس کی ضرورت نہیں وہاں تو کچھ بھی پروانہیں ان کی طرف سے چاہے کسی مذہب میں جائز ہو یا ناجائز ہوسب برابر ہے ان کو تو اپنے کام سے کام تو یہ حفاظت مال میں ہمارا برتاؤ ہے۔

مال خرچ کرنے میں بے احتیاطی

اب تیسرا مرتبہ رہا صرف کرنے کا اس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا مال ہے جہاں ہم چاہیں اڑائیں۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ حق تعالیٰ کا ہے جس میں وہ محض امین ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کی اجازت ہو وہیں صرف کرنے کا اختیار ہے اور جہاں ممانعت ہے وہاں اس کو ہرگز اختیار صرف نہیں ہے۔ اب سمجھو کہ بعض جگہ خرچ کرنا گناہ بھی ہے جیسے ناچ رنگ میں اور تفاخر کی رسموں میں مگر بہت لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ کمانے میں تو احتیاط کی ضرورت ہے لیکن

(۱) نفس کو شتر مرغ کی طرح سمجھو کہ بوجھ اٹھاتا ہے اور نہ ہوا میں اڑتا ہے اگر اڑنے کا مطالبہ کرو تو کہتا ہے کہ میں تو اونٹ ہوں۔ اور اگر وزن اٹھانے کو کہو تو کہتا ہے میں پرندہ ہوں۔

خرچ کرنے میں کیا ضرورت ہے۔ اس خیال کا منشا یہی ہے کہ انسان اپنے کو صرف کرنے میں خود مختار سمجھتا ہے جس کا غلط ہونا ابھی معلوم ہو چکا اور اس غلط خیال کے بعد بعض کو تو خرچ کرنے میں یہاں تک وسعت ہے (۱) کہ ناچ ورنگ میں بھی صرف کرنے سے باک نہیں کرتے۔ اور بعض اتنی وسعت تو نہیں کرتے وہ ناچ و رنگ میں مال خرچ کرنے کو بُرا سمجھتے ہیں لیکن رسوم فخر میں صرف کرنے سے ان کو بھی باک نہیں جن سے غرض صرف یہی ہوتی ہے کہ نام ہو، اور افسوس یہ ہے کہ بعض دیندار و مقتدا بھی ان رسوم میں روپیہ صرف کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان میں حرج کیا ہے کھلانا اور پلانا اور برادری کو جمع کر کے دعوت دینا کیوں ناجائز ہو گیا۔

فخر و ریاء کے لئے خرچ کرنے کی برائی

میں کہتا ہوں کہ جناب ذرا اس کی غرض تو دیکھئے لوگوں کی نیت پر تو نظر کیجئے کہ اس دعوت اور دھوم دھام میں نیت کیا ہوتی ہے نیت صرف تفاخر اور ریا ہی کی ہوتی ہے (۲) کہ ہمارا نام ہو لوگ کہیں کہ بڑے حوصلہ کا آدمی ہے اور جب یہ نیت ہے تو بتلائیے کہ یہ افعال کہاں جائز رہے۔ کیونکہ مباحات کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہ جائز ہیں لیکن اگر ان کو بری نیت سے کیا جائے تو ناجائز ہو جاتے ہیں مگر افسوس اب تو یہ بات بھی لوگوں کی سمجھ میں نہی آتی کہ نام و نمود کا قصد کرنا کوئی برا کام ہے اس میں بھی گفتگو اور بحث کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو علم دین کی خبر نہیں حدیث و قرآن کو پڑھتے نہیں اور جو پڑھتے ہیں وہ اکثر سمجھتے نہیں حدیث کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (من لبس ثوب شهرة البسه الله ثوب الذل يوم

---

(۱) بعض تو خرچ کرنے میں اتنی بے احتیاطی کرتے ہیں کہ ناچ گانے میں خرچ کرنے سے بھی نہیں رکتے
(۲) فخر اور دکھاوے۔

القمة) ۔ یعنی جو کوئی شہرت اور نام کے لئے کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو لباس ذلت پہنائیں گے حالانکہ کپڑے میں کچھ زیادہ خرچ بھی نہیں ہوتا مگر شہرت کے لئے اتنا خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ پھر جہاں اسی غرض کے لئے ہزاروں پر پانی پھر جاوے وہ رسمیں کیسے جائز ہوسکتی ہیں (یہ وعید تو نام ونمود کا قصد کرنے والے کے لئے ہے جس سے ان رسموں میں روپیہ برباد کرنے کا عدم جواز ظاہر ہے۔ اوراسی سے دوسروں کے لئے بھی ان رسموں کی شرکت کا ناجائز ہونا معلوم ہوسکتا ہے کیونکہ وہ معین علی المعصیت ہیں (۱) اگر لوگ ایسی رسموں میں شرکت نہ کریں تو کسی کو ان میں روپیہ برباد کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے دوسری ایک حدیث میں شرکت کرنے والوں کے لئے بھی صاف ممانعت وارد ہے حدیث میں ہے کہ: (نهی رسول الله صلى الله عليه وسلم عن طعام المتباريين ان يؤكل رواه ابوداؤد مرفوعا وقال محى السنة والصحيح مرسل والمتباريان المتفاخران بالطعام قال الخطابى وانما كره ذلك لمافيه من الرياء والمباهاة ولانه داخل فى جملة ما نهى عنه من اكل المال بالباطل اه كذا فى عون المعبود ص ۴۰۲ ج ص) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر کے لئے کھانا کھلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ممانعت کی علت فخر وریا کے سوا کچھ نہیں تو ایسی تقریبات کی شرکت اس سے صراحۃً ممنوع ہوگئی جن میں دعوت وغیرہ سے فخر وریاء کا قصد ہو (۲) (قال الامام الشعرانى فى العهود المحمديه اخذ عليكم العهد العام من رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا نتخلف عن الاجابة الى الولائم الا بعذر شرعى الى ان قال ومن عذرنا فى ترك الاكل وجود شبهة فى الطعام

---

(۱) گناہوں کے مددگار ہیں (۲) دکھاوے اور شیخی کا ارادہ ہو۔

او عدم صلاح النية فى عمله ثم ذكر الحديث نهى رسول الله ﷺ عن طعام المتباريين ان يوكل اھ۔)(۱)(ص ۳۱۹) نام اور نمود اور ریاء کا بُرا ہونا کون نہیں جانتا تو اگر ان رسومات میں اور بھی کچھ خرابی نہ ہو تو یہ کیا کچھ کم خرابی ہے کہ ان میں لوگوں کی نیت درست نہیں ہوتی اور اگر کسی کو خود ان کی برائی محسوس نہ ہو تو ہمارے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نام ونمود اور ریا کے لئے کوئی کام کرنے سے منع فرمایا ہے یہ تو ایک نیت کی خرابی تھی پھر ان رسوم کے واسطے جو سودی قرض لیا جاتا ہے۔ اور بے موقع اسراف کیا جاتا ہے یہ گناہ الگ رہے اور یہ تو عام اور مشترک واقعات تھے۔

عورتوں کی فرمائشوں کا انجام

اب میں خالص عورتوں کو خطاب کرتا ہوں کہ ذرا وہ بھی دیکھ لیں کہ مال حاصل کرنے میں وہ کیا کیا کچھ گناہ کرتی ہیں عورتیں خود تو کمانے کے قابل نہیں مگر کمانے والوں کو زیادہ تر گناہ میں یہی مبتلا کرتی ہیں کہ ان کے منہ میں یہ زبان ایسی ہے کہ مردوں سے سب کچھ کرا لیتی ہے۔ بس انہوں نے پہلے سے نیت باندھ لی کہ ایک جوڑا ایسا بڑا بھاری اپنے پاس ہونا چاہیئے اب وہ مزدور گھر میں آیا یعنی شوہر اور انہوں نے فرمائش کی اور کہنے کا طریقہ ان کو ایسا آتا ہے کہ مرد کے دل میں بات گھستی چلی جاتی ہے اب وہ ان کی فرمائش پوری کرنے کے لئے رشوت ستانی اور ظلم سب کچھ کرتا ہے کیونکہ حلال آمدنی میں اتنی گنجائش کہاں جو عورتوں کی فرمائشیں

---

(۱) امام شعرانی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے علمائے زمانہ نے یہ وعدہ کیا کہ ہم ولیمہ کی دعوت قبول کریں گے سوائے کسی شرعی عذر کے۔ یہاں تک کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض نے کھانے میں شریک ہونے سے بوجہ شبہ یا نیت کی خرابی کی وجہ سے احتراز کیا۔ پھر یہ حدیث ذکر کی کہ حضور ﷺ نے تمام نام ونمود کے کھانے سے منع فرمایا۔

پوری ہوسکیں پس ظاہر میں تو عورتوں کے پاس یہ بات کہنے کو ہے کہ ہم تو کمانے کے قابل نہیں ہیں مرد کماتے ہیں اور کمانے میں جو کچھ گناہ ہوتا ہے وہ مردوں ہی کے ذمہ ہے مگر اس کی خبر نہیں کہ مردوں کو حرام کمائی پر مجبور کون کرتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ زیادہ تر عورتوں کی فرمائشیں ہیں مردوں کو حرام آمدنی اور رشوت ستانی وغیرہ پر مجبور کرتی ہیں پس مردوں کے ان سب گناہوں کا سبب یہی ہیں اس لئے یہ بھی اس گناہ سے بچ نہیں سکتیں۔ اور میں مردوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ عورتوں کی فرمائشوں کا زیادہ تر سبب ان کا باہم ملنا جلنا ہے جب یہ محفلوں میں جمع ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر حرص کرتی ہے کہ کاش میرے پاس بھی فلانی جیسا زیور اور کپڑا ہو۔ میں نے ایک کورٹ انسپکٹر کو دیکھا ہے کہ ان کی تنخواہ چار سو پانچسو روپے تھی مگر ابتداء میں ان کی یہ حالت تھی کہ اپنی تنخواہ کا زیادہ حصہ اپنے غریب عزیزوں پر صرف کرتے تھے بہت سے محتاجوں کی انہوں نے ماہوار تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں اور اپنے اوپر بہت کم خرچ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے گھر میں کھانا پکانے والی کوئی ماما(۱) بھی نہ تھی بی بی اپنے ہاتھ سے گھر کا سارا کام کرتی تھی نہ بیوی کے پاس کچھ زیور تھا نہ بڑھیا کپڑے تھے بیچاری اپنے ہاتھ سے آٹا تک پیستی تھی آخر ان کی بدلی سہارنپور ہوئی اور ایک سررشتہ دار کے پاس کرایہ کا مکان لیا کچھ دنوں تو وہ اسی حال میں رہے جس میں پہلے سے تھے پھر ایک دن سررشتہ دار صاحب کے گھر والوں نے فرمائش کی کہ کورٹ انسپکٹر صاحب کی بی بی ہمارے پاس بہت دنوں سے رہتی ہیں ہمارا ان سے ملنے کو جی چاہتا ہے اول تو انہوں نے اپنی بی بی کو بھیجنے سے انکار کیا مگر اصرار کے بعد بھیجنا پڑا اس نے یہاں آکر دیکھا کہ سررشتہ دار صاحب

---

(۱) نوکرانی۔

کی بی بی اور بچیاں سر سے پیر تک سونے کے زیوروں میں لدی ہوئی ہیں اور گھر میں فرش فروش اور ساز و سامان بہت کچھ ہے کھانا پکانے والیاں ایک چھوڑ دو تین نوکر ہیں اور بی بی صاحبہ کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتیں بس بیٹھی بیٹھی سب پر حکومت کرتی ہیں اب اس کی آنکھیں کھلیں کہ تنخواہ تو سرشتہ دار صاحب کی میرے میاں سے کم اور پھر ان کے یہاں ایسی اُجگری (رونق) ہے اور میرے میاں کی اتنی بڑی تنخواہ اور میرے اوپر نیستی برستی ہے (۱) وہاں سے آتے ہی اس نے کورٹ انسپکٹر صاحب پر برسنا شروع کیا کہ تم مجھ کو بہت تنگ رکھتے ہو تم سے کم تنخواہ والوں کی بیبیاں مجھ سے اچھی حالت میں ہیں اور میں اس مصیبت میں ہوں مجھ سے کھانا نہیں پکایا جاتا نہ میں آٹا پیسوں گی پکانے والی نوکر رکھو اور مجھے بھی زیور اور لباس عمدہ بنا کر دو جیسا سرشتہ دار صاحب کی بی بی کا ہے آخر بیچارے مجبور ہوئے اور سب کچھ کرنا پڑا۔

شیخ کامل

واقعی شیخ کامل کی صحبت ایسی ہی ہوتی ہے کہ ایک منٹ میں اپنا اثر دکھا دے تو یہ عورتیں اس بارہ میں شیخ کامل ہیں کہ ذرا سی دیر میں دوسروں کو اپنا سا بنا لیتی ہیں۔ اس کے بعد وہ مجھ سے الٰہ آباد ملے تھے کہنے لگے جناب شیخ کامل کی تھوڑی دیر کی صحبت کا وہ اثر ہوا کہ میری سالہا سال کی صحبت کا اثر دم بھر میں زائل ہو گیا اب نہ وہ خیرات رہی نہ صدقات رہے ساری تنخواہ گھر ہی میں خرچ ہو جاتی ہے اور پھر بھی پورا نہیں ہوتا بس رات دن زیوروں کی فرمائش ہے اور کپڑوں برتنوں کا رونا ہے چنانچہ آجکل مکان بنانے کی فرمائش کے پورا کرنے میں مشغول ہوں۔

(۱) میری ایسی بری حالت ہے۔

عورتوں کی نظر

اسی واسطے میں رائے دیتا ہوں کہ عورتوں کو آپس میں ملنے نہ دیا کرو

خربوزہ سے دوسرا خربوزہ رنگ بدلتا ہے

نخست موعظت پیر صحبت ایں سخن ست کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید (۱)

بلکہ پاس رہنے کی بھی ضرورت نہیں ایک خربوزہ دوسرے خربوزہ کو دیکھ کر ہی رنگ پکڑ لیتا ہے ان عورتوں کی نگاہ ایسی تیز ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ کہیں محفل میں جائیں گی تو ذرا سی دیر میں سب کے زیور اور لباس پر فوراً نظر پڑ جائیگی۔ اگر دس بیس مرد ایک جگہ بیٹھیں تو وہاں سے اٹھ کر ایک دوسرے کا لباس نہیں بتلا سکتے کہ کون کیسا کپڑا پہن رہا تھا کون کیسا، مگر عورتیں پانچسو بھی ہوں تو ہر ایک کو دوسری کی پوری حالت گلے اور کان تک کا زیور سب معلوم ہوجاتا ہے کچھ،تو دیکھنے والی کی نگاہ تیز ہوتی ہے پھر کچھ دوسری بھی دکھلانے کا اہتمام کرتی ہے ہاتھ پاؤں کا زیور تو ہر ایک کو خود ہی نظر آجاتا ہے اس کے دکھلانے میں تو اہتمام کی ضرورت نہیں البتہ گلے اور کان کا زیور دوپٹہ کی وجہ سے چھپا ہوتا ہے تو اسکے لئے کبھی کان کھجلانے کے بہانہ سے دوپٹہ کو سرکایا جاتا ہے کبھی گرمی کے بہانہ سے گلا کھولا جاتا ہے تاکہ سب دیکھ لیں کہ اس کے کانوں میں اتنے زیور ہیں اور گلے میں اتنے اب یہ سب کے زیور اور کپڑے دیکھ بھال کر گھر آئیں تو خاوند کو پریشان کرنا شروع کیا کہ ہمیں بھی ایسا ہی بنا کردو۔ اور غضب یہ کہ اگر وہ زیور جو دوسری کے پاس دیکھا ہے اپنے پاس بھی ہو لیکن دوسرے نمونہ کا ہو تب بھی پریشان کرتی ہیں کہ یہ بھدّا بنا ہوا ہے۔(۲) فلانی کا نمونہ اچھا ہے ویسا بنوادو اب اگر خاوند ہزار کہے کہ اس میں پہلی گھڑائی کا

(۱) پیر کی پہلی نصیحت پر یہ بات ہے کہ ناجنس کی صحبت سے احتراز کرو (۲) بُرا بنا ہوا ہے۔

نقصان ہے اور دوسری گھڑائی خواہ مخواہ ذرا سے نمونہ کے واسطے دینی پڑے گی تو ایک نہیں سنیں گی۔

زیور کی اصلی غرض

حالانکہ عقلاء نے زیور کی تجویز اس لئے نکالی ہے کہ یہ نقد کی قید ہے کہ اس سے رقم محفوظ ہوجاتی ہے یعنی مثلاً اگر ہم کو کسی وقت چار آنہ کی ضرورت ہوتو اس کے لئے روپیہ تو توڑالیں گے مگر پانچسو روپیہ کی چوڑیوں کو فروخت نہیں کرسکتے تو روپیہ اکثر جمع نہیں رہ سکتا اور زیور سے رقم محفوظ ہوجاتی ہے یہ ہے اصلی غرض زیور سے، یہی وجہ ہے کہ قصبات میں زیور زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دیہاتی لوگ بنک وغیرہ میں رکھنا نہیں جانتے اور جب یہ غرض ہے تو اسکا خوبصورت اور بدصورت ہونا کیسا؟ بلکہ اس غرض کے لئے تو اور بھدّا بنوا کر پہننا چاہیئے تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ اٹھے اور کوئی لاگو نہ ہوجاوے (۱) اور اگر بھدّا بھی نہ ہوتو خیر پہلی دفعہ خوبصورت بنوالو پھر جیسا بن جاوے اسی پر اکتفا کرو بار بار توڑ پھوڑ میں علاوہ گھڑائی ضائع ہونے کے خود سونا بھی ضائع ہوجاتا ہے کیونکہ سنار ہر دفعہ میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ضرور ملاتے ہیں جس سے دو تین دفعہ میں زیور کی مالیت آدھی رہ جاتی ہے یہ مگر عورتوں کی بلا سے وہ جانتی ہیں کہ مزدور سب لالا کر دے گا جو چاہے فرمائش کرلو۔

رشوت لینے کا سبب

پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً خاوند کو رشوت لینی پڑتی ہے تو اکثر رشوت لینے کا سبب یہ عورتیں ہی ہوتی ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ کمانے میں سارا گناہ مرد ہی کو ہوتا ہے بلکہ یہ بھی اس کے ساتھ عذاب بھگتیں گی۔

(۱) کوئی اس کے پیچھے نہ پڑ جائے۔

عورتوں میں حبّ مال

عورتوں میں ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب مرد سفر سے آئے تو اس کی لیاقت یہ ہے کہ ان کے واسطے کچھ سوغات لیکر ضرور آئے اور جو رقم دے گیا تھا اس کا حساب کتاب کچھ نہ لے اور اگر کوئی مرد حساب لیتا ہو کہ میں اتنا دے گیا تھا وہ کہاں خرچ ہوگیا تو اس پر فتوی لگتا ہے کہ یہ مرد بہت بُرا ہے، ذرا ذرا سی چیز کا حساب لیتا ہے بس ان کے یہاں سب سے اچھا وہ ہے جو بالکل زن مرید ہو کہ جو بیوی نے کہا فوراً پورا کر دیا اور رقم دیکر کچھ نہ پوچھے کہ تم نے کہاں خرچ کیا اور یہ ساری خرابی حبّ مال کی بدولت ہے جو عورتوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ تو آمدنی کے متعلق ان کے گناہ تھے۔

عورتوں کی بعض کوتاہیاں

اب رہے حفاظت کے متعلق سو ان کی تفصیل یہ ہے کہ اول تو اکثر عورتیں زکوٰۃ نہیں دیتیں کیونکہ روپیہ خرچ ہوگا بعض دفعہ زیور کی زکوٰۃ نہ مرد دیتا ہے نہ عورت مرد کہہ دیتا ہے کہ زیور عورت کا ہے اور عورت کہہ دیتی ہے کہ زیور مرد کا ہے میں کیوں زکوٰۃ دوں جسکا مال ہے وہ خود دے مگر اس بہانہ سے خدا کے یہاں نہیں چھوٹ سکتے آخر دونوں میں سے کسی کا تو ہے ہی بس اُسی کے ذمہ زکوٰۃ ہے۔ اور اگر دونوں کا ہے تو ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی زکوٰۃ ادا کرے (اور اگر واقعی نہ اس کا ہے نہ اسکا تو پھر یہ مال خدا کا ہے اس کو وقف کے مصارف میں کسی مسجد یا مدرسہ میں لگا دینا چاہیئے یا غریبوں کو بانٹ دینا چاہیئے) اور بعضی عورتیں مرد سے چھپا کر روپیہ جوڑا(۱) کرتی ہیں اس خیال سے کہ شاید مرد پہلے مرجاوے تو یہ رقم بعد میں میرے

(۱) روپیہ جمع کرتی ہیں۔

کام آئیگی اب اگر اس کو مثلاً چالیس روپیہ ماہوار دیئے گئے تو اس میں سے بیس خرچ کرتی ہیں اور بیس کو اٹھا کر جمع رکھتی ہیں (پھر اگر اتفاق سے مرد پہلے مرگیا تو یہ جمع خالص انہی کے پاس رہتی ہے اُس کی کسی کو خبر نہیں کرتیں۔ یاد رکھو یہ ناجائز ہے اگر کچھ جمع کرنا ہو تو مرد کو اسکی اطلاع کردو اور اس سے یہ رقم اپنے واسطے مرض موت سے پہلے ہبہ کرالو، اس طرح تو یہ رقم تمہاری ملک ہوجاوے گی ورنہ اُس میں سب وارثوں کا حق ہے اور تنہا عورت کو اس کا مالک بننا حرام ہے ۱۲۔

شوہر کی رقم کے خرچ کرنے میں عورتوں کی بے احتیاطی

بعض عورتیں رقمیں جوڑ جوڑ کر خاوند سے چھپا کر اپنے گھر والوں کو بھرا کرتی ہیں کسی بہانہ سے باپ کو دے دیا کسی بہانہ سے ماں بہن کو دے دیا یہ بھی سخت گناہ ہے۔ مرد کے مال میں عورت کے عزیزوں کا شرعاً کوئی حق نہیں اگر ان کو دینا ہو تو مرد سے پوچھ کر دینا چاہیئے اور اگر تم پوچھو گی تو مرد ایسے عالی حوصلہ ہوتے ہیں کہ ضرورت کے موافق دینے دلانے سے اکثر انکار نہ کریں گے۔ خاوند جو مال عورت کو بالکل بطور ملک کے دے ڈالے اس میں سے بلا اجازت صرف کرنا تو عورتوں کو جائز ہے۔ اور جو مال اس کو ہبہ نہ کرے بلکہ گھر کے خرچ کے واسطے دے یا جمع کرنے کے لئے دے اس میں سے بلا اجازت صرف کرنا ہرگز جائز نہیں حتی کہ سائل کو دینا بھی جائز نہیں۔ (ہاں اگر اس نے اجازت دے رکھی ہو کہ تھوڑا بہت سائلوں کو دے دیا کرو اس وقت اتنی مقدار کا دینا جائز ہے جو عرفاً سائلوں کو دی جایا کرتی ہے ۱۲) میں نے دیکھا ہے کہ عورتیں چندہ کے بارے میں بہت سخی ہوتی ہیں جہاں انہوں نے صدقہ کے فضائل کسی کے وعظ میں سنے اور زیور نکالنا شروع کیا تو یاد رکھو جو زیور خاص تمہاری ملک ہو اس میں سے دینے کا تو مضائقہ نہیں مگر

جو زیور شوہر نے محض پہننے کے لئے دیا ہو اس کو چندہ میں دینا بدون خاوند کی اجازت کے جائز نہیں۔ مگر عورتیں اس باب میں بہت سخی ہیں اور لینے والے بھی اس کی پروانہیں کرتے بلکہ قصداً عورتوں میں اس لئے وعظ کہتے ہیں تاکہ زیور وصول ہو میں نے اب کی مرتبہ اپنے یہاں جو مستورات میں چندہ بلقان کے لئے وعظ کہا تو یہ کہد یا تھا کہ عورتوں سے زیور نہ لیں گے اور اگر کوئی مرد، زیور لایا تو اس میں خوب کھود کرید کی کہ یہ زیور تمہاری ملک ہے یا بیوی کی اور اگر بیوی کی ملک ہے تو اسنے خوشی سے دیا ہے یا تمہارے کہنے سے، اور اگر اُس نے از خود دیا ہے تو تمہاری بھی رائے ہے یا نہیں، جب اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ میاں بی بی دونوں کی رضامندی سے دیا جارہا ہے اس وقت قبول کیا جاتا۔ عورتیں بعض اوقات خاوند کے مال میں تصرف کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہیں کہ وہ اجازت دے دیگا اور بعض دفعہ وہ خاموش ہو بھی جاتا ہے مگر بعض مرتبہ خوب خفا ہوتا ہے، اور میاں بی بی میں اچھی طرح تو تو میں میں ہوتی ہے۔ کانپور میں ایک دفعہ کسی بی بی نے مراد آبادی حقہ ایک مدرسہ کے جلسہ میں عاریۃً دے دیا خاوند نے بیحد سختی کی، غرض جب تک اجازت صراحۃً نہ ہو یا ظن غالب نہ ہو اس وقت تک عورتوں کو چندہ میں کچھ نہ دینا چاہیئے۔ اور یہ تو اُس صورت میں تفصیل ہے کہ خاوند کا مال دیا جائے۔

عورتوں کو اپنا مال خرچ کرنے میں بھی شوہر سے مشورہ کرنا چاہیئے

اور اگر خاص عورت ہی کا مال ہو تو گو اُس میں اجازت خاوند کی ضرورت نہیں مگر اس سے مشورہ کر لینا ضرور چاہیئے۔ نسائی (۱) میں ایک حدیث ہے: (ان

(۱) قلت والحديث قال فيه البيهقى اسناده ال عمرو بن شعيب صحيح فمن اثبت حديث عمرو بن شعيب لزمه اثبات هذا كذا نقله السندى وعمرو بن شعيب عن ابيه عن جده مجتمع به عنداكثر المحدثين صححه الترمذى وحسنه الباقون ١٢ ظ۔ ص ١٤٠/ج:٢۔

رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یجوز لامرأة هبة فی مالها اذا ملك زوجها عصمتها الا باذن زوجها)اھ۔یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کے بعد عورت کو اپنے مال میں سے ہبہ کرنا بدون اجازت زوج کے جائز نہیں۔اس میں بعض علماء نے اضافت بادنیٰ ملابست مانی ہے اور مالہا سے مراد مالِ زواج لیا ہے لیکن اگر حضور ﷺ کے ارشاد کو اس پر محمول کیا جاوے کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں (۱) اگر یہ اپنے مال میں خودمختار ہوں گی تو نہ معلوم کہاں کہاں روپیہ برباد کریں گی اس لئے آپ ناقص العقل طبقہ کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اپنے مال میں بھی جو تصرف کرو اس میں اپنے مرد سے مشورہ کرلیا کرو تو یہ بات جی کو لگتی ہے۔اور اس میں بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس طرح برتاؤ کرنے میں میاں بی بی میں اتحاد بڑھتا ہے اور مرد کو عورت سے محبت زیادہ ہوتی ہے کہ اس کو مجھ سے اتنا تعلق ہے کہ اپنے مال میں بھی کوئی کام بغیر میرے مشورہ کے نہیں کرتی اور اگر عورت اپنی جمع کو الگ رکھ کر اس میں اپنی رائے سے تصرف کرے تو اس صورت میں ایک قسم کی اجنبیت معلوم ہوتی ہے اس وجہ سے میرے نزدیک حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور مالہا سے مال زوج مراد لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔(قلت قال السندی فی تعلیقه علی النسا وهو عند اکثر العلماء علی معنی حسن العشرة واستطابه نفس الزوج واخذ مالك بظاهره فی ما زاد علی الثلث ۱۲)

تو جب اس تفسیر کی بنا پر عورت کو اپنے مال میں بھی مرد سے مشورہ لینے کی ضرورت ہے تو شوہر کے مال میں تو کیسے ضرورت نہ ہوگی البتہ اگر کوئی ایسی معمولی چیز ہو جس میں غالب احتمال اجازت کا ہو تو خیر اور یہ بھی سائلوں کو دینے کے متعلق ہے جب معمولی چیز دینے کے متعلق بھی اتنی احتیاط شرط ہے کہ غالب ظن اجازت کا

(۱) عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔

ہوتو بھلا باپ ماں اور بہن بھائی کا گھر بھرنے کی کب اجازت ہوگی کیونکہ ان کوتو معمولی چیزیں نہیں دی جاتیں ان کوایک روٹی یا روٹی کا ٹکڑا کون دیتا ہے وہاں تو نقد روپئے یا کپڑوں کے جوڑے بھیجے جاتے ہیں جس میں غالب ظن یہ ہے کہ خاوند کو اطلاع ہوتو شاید اُسے ناگوار ہواور اسی وجہ سے اپنے عزیزوں کوعورتیں خفیہ بھرتی ہیں اور خاوند کوذرا بھی خبر نہیں ہونے دیتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب جتنا کچھ کماتا ہے سب دوسروں کولگ جاتا ہے۔

شادی کرتے وقت انتخاب کا معیار

اسی وجہ سے پہلے تو عقلاء کی یہ رائے تھی کہ غریب کی لڑکی سے شادی کرنا چاہیئے مگر ان واقعات کی وجہ سے اب بہت لوگوں کی رائے یہ ہے کہ غریب کی لڑکی ہرگز نہ لینی چاہیئے کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کوغریب دیکھ کر شوہر کا سارا مال لگادیتی ہے۔خیر میں تو یہ رائے نہیں دیتا لیکن مجھ کو بتلانا یہ ہے کہ عورتوں کی بداحتیاطی کی وجہ سے یہ نوبت پہنچ گئی کہ اب بہت سے عقلاء غریب کی لڑکی لینے کو بُرا سمجھنے لگے، میری رائے تو یہ ہے کہ آدمی اپنے برابر کی لڑکی سے شادی کرے کیونکہ اگر اپنے سے زیادہ امیر کی لڑکی سے نکاح کیا تو گو وہ حریص نہ ہوگی نہ اپنے گھر والوں کو بھرے گی مگر بددماغ ہوگی اور شوہر کی اس کی نگاہ میں کچھ قدر نہ ہوگی۔اور غریب کی لڑکی سے کیا تو وہ حریص بھی ہوگی ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس کی رال ٹپکیگی اور اپنے عزیزوں کوبھی بھرے گی۔خیر یہ بات تو تجربہ کے متعلق ہے میرا مطلب یہ ہے کہ عورتیں مال کے صرف کرنے میں ایسی بے احتیاطیاں کرتی ہیں جن کی وجہ سے عقلاء کو یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ امیر کی لڑکی لینا چاہیئے یا غریب کی یا اپنے برابر کی۔

(۱) چھپا کردیتی ہیں۔

عورتوں کی فضول خرچی سے بچنے کا گر

اور بڑا گُر عورتوں کو فضول خرچی سے روکنے کا یہ ہے کہ مال اور زیور پر ان کو قبضہ نہ دیا جائے بس ضرورت کے موافق تھوڑا سا روپیہ ان کو دے دیا جائے باقی کو مرد اپنے قبضہ میں رکھے اسی طرح زیور اتنا دیا جائے جس سے اسکا ناک کان ڈھک جاوے باقی سب شوہر کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے (جب کبھی ضرورت پہننے کی ہو دے دیا جائے اور اس کے بعد پھر واپس لیکر رکھ لیا جائے اس طرح کرنے میں وہ فضول خرچی نہ کر سکے گی نہ چرا کر کسی کو دے سکے گی پھر چاہے غریب کی لڑکی سے بیاہ کر دیا امیر کی لڑکی سے کسی سے کچھ خطرہ نہ ہوگا ۱۲)

شادی کے موقع پر فضول خرچی

ایک بیجا خرچ جو عورتوں او رمردوں سب کی شرکت سے ہوتا ہے بیاہ شادی کا خرچ ہے گو یہ ہوتا ہے سب کی شرکت سے مگر اس میں بھی امام اور مقتدا عورتیں ہی ہیں مردوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ شادی کے متعلق کیا کیا خرچ ہوتے ہیں بس عورتوں سے پوچھ پوچھ کر سب کچھ کیا جاتا ہے اس میں یہی حاکم ہوتی ہیں۔ بھلا کیا مجال جو ان کی منشاء کے خلاف کچھ بھی ہو سکے میں نے کانپور میں دیکھا ہے کہ ایک صاحب کے یہاں بارات آئی مگر جب تک بیوی نے اجازت نہ دی اس وقت تک رات کو ٹھہرا نہیں سکے مردوں میں تو اُن حضرت کی بڑی ذلت ہوئی مگر وہ بی بی پھولی نہیں سماتی تھی کہ دیکھا ہماری اجازت کے بغیر بارات بھی نہ ٹھہر سکی۔ پھر اسکے بعد شادی میں یہ عورتیں ایسے بے تکے خرچ نکالتی ہیں جن سے مرد کا پٹڑا ہو جاتا ہے[۱] اور اگر کسی وقت شوہر کہتا بھی ہے کہ ذرا سنبھل کر دیکھ بھال کر

(۱) مرد کا نقصان ہو جاتا ہے۔

خرچ کرو تو بیوی صاحبہ کہتی ہیں کہ بہت اچھا میرا کیا حرج ہے میں کفایت شعاری سے کام کرنے لگوں گی مگر پھر دیکھئے میں نہ جانوں کہیں برادری میں ناک کٹ جائے بس ناک کٹنے کے خوف سے مرد بھی خاموش ہوجاتے ہیں اور عورتیں اندھا دھند روپیہ برباد کرتی ہیں حالانکہ یہ محض ان کا خیال ہی خیال ہے کہ سادگی کے ساتھ بیاہ کرنے سے ناک کٹتی ہے ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ سادگی میں کچھ بھی ناک نہیں کٹتی اور زیادہ دھوم دھام کرنے میں ہمیشہ کٹتی ہے۔

ایک بیوہ کی شادی

حضرت مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوہ لڑکی کی شادی اس طرح کی تھی جیسے کنواری کی کرتے ہیں یہ وہ زمانہ تھا کہ بیوہ کے نکاح کو نک کٹی سمجھتے تھے[1] بعد نکاح کے مولانا نے نائی کو حکم دیا کہ آئینہ تمام برادری کو دکھلا دے سب اپنی اپنی ناکوں کو دیکھ لیں کہ کٹیں تو نہیں اس رسم بد کی مخالفت سے مولانا کی عزت میں کیا فرق آیا۔

شادی میں زیادہ تکلفات کا نقصان

اور جو زیادہ تکلفات کرتے ہیں ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس دھوم دہام کو دیکھ کر دوسرے مالداروں کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے، کہ یہ تو ہم سے بھی بڑھنے لگا اب وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح انتظام میں کوئی عیب نکالیں اگر کچھ بھی انتظام میں کمی رہ گئی تو پھر کیا ٹھکانا ہے ہر طرف اس کا چرچا سن لیجئے کوئی کہتا ہے میاں کیا ہمیں تو حقہ بھی نصیب نہ ہوا دوسرا کہتا ہے میاں ہمیں پان کے

---

(۱) بیوہ کے نکاح کرنے کو ناک کٹنا کہتے تھے۔

پتہ سے بھی کسی نے نہ پوچھا تیسرا کہتا ہے میاں بھوکے مرگئے رات کے دو بجے کھانا نصیب ہوا جب انتظام نہیں ہوسکتا تھا تو اتنے آدمیوں کو بلایا ہی کیوں تھا غرض اس کمبخت کا تو روپیہ برباد ہوا اور ان کی ناک بھی سیدھی نہ ہوئی بعض دفعہ حسد میں کوئی یہ حرکت کرتا ہے کہ پکتی دیگ میں ایسی چیز ڈال دیتا ہے جس سے کھانا خراب ہوجائے پھر اُس کا ہر محفل میں چرچا ہوتا ہے اور اچھی طرح ناک کٹتی ہے اور اگر سارا انتظام عمدگی سے بھی ہوگیا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی بُرا نہ کہے تو بھلا بھی نہیں کہتا۔

ہندو بنیئے کی بیٹی کی شادی کا قصہ

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے ایک مہاجن کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس نے اپنے لڑکی کی شادی میں بہت دھوم دہام کی تھی اور سارا انتظام بہت اچھا کیا اور جب بارات رخصت ہونے لگی تو ہر باراتی کو ایک ایک اشرفی دی اور اپنے دل میں خیال کیا کہ آج سارے بارات والے میری ہی تعریف کرتے جائیں گے چنانچہ وہ اپنی تعریف سننے کے لئے اس راستہ میں جس سے بارات گذرنے والی تھی ایک جھاڑ کی آڑ میں جا بیٹھا تھوڑی دیر میں بہلیاں گذرنا شروع ہوئیں پہلے ایک گذری پھر دوسری پھر تیسری مگر سب میں سناٹا تھا کسی نے بھی لالہ صاحب کی تعریف میں ایک لفظ نہ کہا آخر اسی طرح بہت بہلیاں خاموشی کے ساتھ نکل گئیں لالہ جی کو بڑا غصہ آیا کہ یہ لوگ بھی عجب نمک حرام ہیں (بلکہ اشرفی حرام کہنا چاہیئے ۱۲) کہ میں نے اتنا روپیہ ان پر خرچ کیا اور کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی تعریف کا نہ نکلا آخر اس نے تھک کر گھر لوٹنے کا ارادہ کیا تو اخیر کی بہلیوں میں سے ایک شخص کی آواز آئی جو دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ بھائی لالہ جی نے تو بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام کیا کہ ہر آدمی کو ایک ایک اشرفی دی لالہ جی کے ذرا جان میں جان آئی کہ کچھ تو محنت وصول ہوئی دوسرا بولا اونھ سسرے نے کیا کیا اس کے گھر میں تو اشرفیوں کے

کوٹھے بھرے ہوئے تھے اگر دو دو بانٹ دیتا تو اس کے یہاں کیا کمی آجاتی سسرے نے بانٹی بھی تو ایک ایک اشرفی بس لالہ جی یہ جواب سن کر اپنا سامنہ لے کے واپس چلے آئے تو صاحب کتنا ہی خرچ کیجئے نام کچھ بھی نہیں ہوتا اول تو حسد کی وجہ سے لوگ الٹا بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو یہ بھی نہ ہوا تو یہ ہوتا ہے جو لالہ جی کے ساتھ کہ ایک ایک اشرفی بانٹی اور سسرے ہی کہلائے اور یہ بھی نہ ہو تو یہ ہوتا ہے کہ جب کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں میاں کیا کیا جن کے پاس روپیہ ہوتا ہے وہ کیا ہی کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جب اس قصہ سے کچھ حاصل نہ وصول تو ان سب کو چھوڑ دینا چاہیئے اور یہ حال ہونا چاہیئے ۔

تركت اللات والعزیٰ جميعا كذلك يفعل الرجل البصير (۱)

قرض لیکر شادی کرنے کا نقصان

عورتوں میں ایک مرض یہ ہے کہ جب یہ شادی بیاہ کے خرچ مردوں کو بتلاتی ہیں اور خاوند پوچھتا ہے کہ اتنا خرچ میں کہاں سے کروں مجھ میں تو اتنی گنجائش نہیں ہے تو وہ کہتی ہیں قرضہ لے لو شادی کا قرضہ رہا نہیں کرتا سب ادا ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ انہوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے کہ شادی اور تعمیر کا قرضہ ادا ہو ہی جاتا ہے چاہے وہ سودی ہی قرضہ ہو اور چاہے خرچ بے تکا ہی ہو، صاحب ہم نے تو ان قرضوں میں جائدادیں نیلام ہوتی دیکھی ہیں۔ اور جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو اب لوگ خود بھی ان کی برائی کچھ سمجھ گئے ہیں مگر پھر بھی پوری عقل نہیں آئی ہنوز بہت کچھ (۲) رسوم باقی ہیں یعنی گو آجکل شرک و بدعت کی رسمیں تو کم ہو گئیں لیکن تفاخر کی رسمیں بڑھ گئیں ہیں۔

(۱) میں نے لات اور عزیٰ تمام بتوں کو چھوڑ دیا ہے عقل مند آدمی ایسا ہی کرتا ہے (۲) ابھی بھی بہت سی رسمیں باقی ہیں۔

تفاخرانہ رسموں کا رواج

چنانچہ زیور اور لباس میں آجکل پہلے سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے پہلے تو سب سے بڑھیا کپڑا مشروع (۱) کا سمجھا جاتا تھا اور اب تو، اطلس (۲) اور کمخواب (۳) اور زری (۴) اور ٹسر (۵) اور سرج (۶) وغیرہ نہ معلوم کتنی قسم کے کپڑے بڑھیا بڑھیا ایجاد ہوگئے ہیں، اسی طرح برتنوں اور فرش وفروش میں قسم قسم کے تکلف پیدا ہوگئے ہیں۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ اس قسم کی بڑھیا چیزیں کسی ایک دو شخص کے یہاں ہوتی تھیں شادی بیاہ میں سب لوگ ان سے مانگ مانگ کر کام نکال لیا کرتے تھے چنانچہ ہمارے یہاں ایک رئیس تھے ان کے یہاں ایک مراد آبادی حقہ تھا اور ایک بڑا سا فرش تھا اور کسی کے یہاں یہ چیزیں نہ تھیں تو شادی بیاہ کے موقعہ پر ساری برادری میں وہ حقہ اور فرش مانگا مانگا پھرتا تھا اور اب تو ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے یہاں یہ چیزیں موجود ہیں تو آجکل ان تکلفات میں بہت کچھ روپیہ برباد ہو رہا ہے۔

بدعقلوں کا استدلال

اور دیکھئے اگرچہ اس زمانہ میں بہت سے علماء نے ان رسوم کے مٹانے کی کوشش کی ہے اور بہت لوگ سمجھ بھی گئے ہیں لیکن اب بھی بہت سے بھدّی عقل کے ایسے موجود ہیں کہ ایک صاحب نے اصلاح الرسوم سے یہ کام لیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم تو بہت سی رسموں کو بھول گئے تھے خدا اصلاح الرسوم کے مصنف کا بھلا کرے کہ انہوں نے سب کو محفوظ کر دیا اب ہم اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر سب رسمیں کر لیتے ہیں حالانکہ اس کتاب میں رسموں کی تردید کی گئی ہے اور سب کی خرابیاں

---

(۱) ایک قسم کا کپڑا جو ریشم اور روئی کو ملا کر بنایا جاتا ہے (۲) ایک قسم کا ریشمی کپڑا (۳) ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زری کے تاروں سے ملا کر بنایا جاتا ہے (۴) وہ کپڑا جس میں سونے کا تار استعمال ہو (۵) ادنی درجہ کے ریشم کا کپڑا (۶) سوتی ریشمی اور ٹسر کا دھاگہ ملا کر بنا ہوا کپڑا۔

دکھلائی گئی ہیں مگر ان حضرت نے اس سے یہ کام لیا اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص قرآن میں سے کفار کے اقوال چھانٹ لے۔ مثلاً ﴿اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ﴾ اور الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ۔ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ اور اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔ اور مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط اور سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ(۱) وغیرہ وغیرہ اوران اقوال کی تردید جو قرآن میں کی گئی ہے اس کو چھوڑ دے اور یوں کہے کہ ہم کو قرآن سے بہت نفع ہوا کہ پہلے کفار کے اقوال ہم کو معلوم نہ تھے اب معلوم ہوگئے اور ایسے ایسے وظائف کفریہ ہاتھ لگ گئے تو بتلائیے اس شخص کی حماقت میں کوئی شک ہوسکتا ہے بس ایسا ہی نفع ان صاحب نے اصلاح الرسوم سے حاصل کیا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ ابھی تک رسوم کی پوری اصلاح نہیں ہوئی بلکہ ایسے ایسے عقلمند بھی موجود ہیں یہ وہ خرابیاں تھیں جو صرف مال میں ہوتی ہیں غرض مال میں ہمارے عمل کے تین درجے تھے ان میں جو خرابیاں مرد کرتے ہیں اور جو عورتیں کرتی ہیں وہ سب میں نے مختصراً بیان کردی ہیں۔

مردوں کی اصلاح کے لئے عورتوں کی باہمتی

مگر اخیر میں اتنا اور کہتا ہوں کہ اگر عورتیں اس میں ذرا ہمت سے کام لیں تو بہت جلد یہ خرابیاں زائل ہوسکتی ہیں اور زائل نہ ہوں تو کم تو ضرور ہوجائیں گی کیونکہ میں نے بتلا دیا ہے کہ مرد زیادہ تر مال کے گناہ میں عورتوں ہی کی وجہ سے مبتلا ہوتے ہیں، اگر یہ ذرا ہمت کر کے زیور اور لباس کی فرمائشیں کم کردیں اور مردوں سے کہدیں کہ ہماری وجہ سے حرام کمائی میں مبتلا نہ ہونا تو پھر بہت کچھ اصلاح ہوجائے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کا جب نکاح ہوا تو ان کے خاوند مولوی ابراہیم صاحب اس وقت ڈپٹی نہ تھے تنخواہ بھی زیادہ نہ تھی اس لئے بالائی آمدنی کی بھی کچھ احتیاط نہ تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے پہلے ہی

(۱) مثلاً کفار کے یہ اقوال کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔ اور مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹا اور اللہ کے بندے پر کچھ نازل نہیں کیا اور میں ایسا کلام نازل کرونگا جیسا اللہ نے کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

دن ان سے صاف کہدیا کہ میں تمہارے گھر اس وقت تک کھانا نہ کھاؤنگی جب تک بالائی آمدنی سے تم توبہ نہ کروگے۔ غرض ان اللہ کی بندی نے جاتے ہی خاوند سے توبہ کرائی اور عہد لیا کہ آیندہ سے رشوت کبھی نہ لیجائے۔ صاحبزادی صاحبہ کے متعلق ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لڑکی بہت زاہدہ ہوگی حضرت حاجی صاحب ایام غدر میں ایک مرتبہ گنگوہ تشریف لائے تھے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت موجود نہ تھے حاجی صاحب نے قیام مولانا ہی کے یہاں فرمایا اور صاحب زادی صاحبہ کو بلا کر ایک روپیہ دیا انہوں نے لیکر اُسے حاجی صاحب کے پیروں میں ڈالدیا حضرت نے پھر دیا انہوں نے پھر ایسا ہی کیا اکثر دفعہ یہی قصہ ہوا اور انہوں نے نہیں لیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ لڑکی بہت زاہدہ ہوگی چنانچہ واقعی بہت زاہدہ ہیں ان کا ایک زہد تو یہی ہے کہ پہلے ہی دن خاوند کو رشوت سے روک دیا حالانکہ اسوقت عورت کو روپیہ کا لالچ ہوا کرتا ہے خصوصاً اس کو جسے ماں باپ کے یہاں سے بھی زیور کپڑا امیرانہ نہ دیا گیا ہو مگر بااینہمہ (۱) ان کو دنیا کی مطلق حرص نہ ہوئی بلکہ دین کا خیال غالب ہوا۔ اسی طرح کاندھلہ میں ایک بی بی تھیں ان کے خاوند تحصیلدار تھے جن کے متعلق آبکاری کا انتظام بھی تھا ان بی بی نے اپنی خاوند کی آمدنی کو ہاتھ تک نہیں لگایا نہ اس میں سے زیور بنایا نہ کپڑا اور کمال یہ کیا کہ مقام ملازمت پر رہنے کے زمانہ میں غلہ اور نمک اور ہر چیز اپنے میکہ سے منگاتی تھیں اور شرافت کہ شوہر کو اطلاع تک نہیں کی کہ ان کو رنج نہ ہو۔ ہمارے ہاں ایک کاندھلہ کی بی بی تھیں ان کے شوہر کے یہاں کچھ زمین رہن تھی جس کی آمدنی وہ اپنے صرف میں لاتے تھے مگر ان کی بی بی نے رہن کی آمدنی میں سے کبھی ایک حبہ (۲) بھی نہیں کھایا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بعضی عورتیں مردوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہیں۔ اس لئے جو عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم مجبور ہیں جو خاوند لاتا ہے وہی

(۱) اس سب کے باوجود (۲) ایک دانہ۔

کھانا پڑتا ہے یہ محض ان کے لچر(۱) بہانے ہیں اگر یہ زیور اور کپڑوں کی فرمائش نہ کیا کریں تو بہت سے مرد تو خود ہی رشوت سے توبہ کرلیں اور اگر جو کوئی پھر بھی لے تو عورتیں ہمت کرکے ان سے کہدیں کہ ہمارے پاس رشوت کا مال نہ لانا صرف حلال تنخواہ کا روپیہ لانا ورنہ آخرت میں ہم تمہارے دامنگیر ہوں گے دیکھئے پھر مردوں کی کتنی جلدی اصلاح ہوتی ہے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنا ہے کہ میری والدہ (صاحبہ مرحومہ) نے سارا زیور اتار کر والد صاحب کے سامنے پھینک دیا تھا اور یہ فرمایا کہ یا تو اس کی زکوٰۃ دو ورنہ اس کو اپنے پاس رکھو میں نہ پہنونگی اور آخر مجبور ہوکر والد صاحب نے سب کی زکوٰۃ دی جب وہ زیور پہنا۔ کیا ذرا عورتیں اس طرح کرکے تو دیکھیں انشاء اللہ خود بخود مردوں کی اصلاح ہوجائیگی کیونکہ جس طرح بعض دفعہ مرد سے عورت کی اصلاح ہوتی ہے اسی طرح عورت سے بھی مرد کی اصلاح ہوتی ہے اور زوجۂ صالحہ(۲) تو وہی ہے جو مرد کو دین میں محتاط بنادے نہ یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ اور بے احتیاط بنادے۔

اولاد کی طلب میں کیئے جانے والے گناہ

یہ گفتگو تو مال کے متعلق تھی اب دوسرا جزو قابل بیان رہ گیا یعنی اولاد کے متعلق۔ سو اولاد میں بھی عمل کے تین درجے ہیں اور ان میں بھی ہر درجہ میں ہم سے مختلف گناہ ہوتے ہیں۔ مختصر طور پر ان کو بھی سن لیجئے سب سے پہلے تو اولاد کے پیدا ہونے میں اکثر لوگوں کی اور خصوصا عورتوں کی یہ عادت ہے کہ کہیں منتر کراتی ہیں کہیں گنڈے اور اس کی بھی پروا نہیں کرتیں کہ یہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں۔ اس میں بعض عورتیں یہاں تک بیباک ہیں کہ اگر کوئی ان سے یہ کہدے کہ تم فلانی کے بچہ کو مار ڈالو تو تمہارے اولاد ہوجائیگی تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتیں بعض

(۱) فضول بہانے (۲) نیک بیوی۔

دفعہ کسی کے بچہ پر (ہولی دیوالی کے دنوں میں) جادو کرادیتی ہیں یا خود کردیتی ہیں بعضی جاہل عورتیں سیتلا پوجتی ہیں کہیں چوراہے پر کچھ رکھ دیتی ہیں محض اس غرض سے کہ اولاد پیدا ہو پھر وہ اولاد بعض دفعہ ایسی خبیث پیدا ہوتی ہے کہ بڑے ہوکر باپ ماں کو اتنا ستاتی ہے کہ وہ بھی یاد ہی کرتے ہیں اس وقت وہ ایسی اولاد کو جس کی تمنا میں سینکڑوں گناہ کئے تھے ہزاروں کوسنے دیتے ہیں اور زیادہ وجہ اولاد کے خبیث اٹھنے کی یہ بھی ہے کہ تمنا کی اولاد کے لاڈ پیار بہت کئے جاتے ہیں بچپن میں ان کے اخلاق خراب کردیئے جاتے ہیں کہ چاہے وہ کسی کو گالی دے کسی کو مار پیٹ لے، لاڈ کی وجہ سے کوئی اُسے کچھ نہیں کہتا اور کہنا سننا کیسا بعض عورتیں تو اس کی تمنا کرتی ہیں کہ ہمارا بچہ گالی دینے کے قابل ہوجاوے چنانچہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہو وہ ماں کی گالی کھا کر گھر میں آوے تو میں اللہ واسطے پانچ روپیہ کی مٹھائی تقسیم کروں گی۔ تو بھلا ایسی عورتیں اولاد کو گالی دینے سے کیا خاک روکیں گی پھر وہ اولاد بڑے ہوکر انکو بھی گالیوں سے یاد کرتی ہے اور بعضے لڑکے تو ایسے جلاد ہوتے ہیں کہ بیوی کے مقابلہ میں ماں کو لاٹھیوں سے کوٹتے ہیں اس وقت یہ ساری تمنائیں خاک کے رستہ سے نکل جاتی ہیں خیر یہ گناہ تو بچہ کے پیدا ہونے میں کئے جاتے ہیں۔

بچوں کی پرورش کے بہانے کئے جانے والے گناہ

اب وہ پیدا ہوگیا تو یہ حالت ہے کہ آج کان دکھ رہا ہے آج ناک میں تکلیف ہے آج کھانسی ہے آج بخار ہے گوان امراض میں سب ہی مبتلا ہوتے ہیں مگر بچوں کی زیادہ نگہداشت کی جاتی ہے۔ ان کے لئے کہیں پنڈت کو بلایا جاتا ہے کہیں عامل کو اور بات بات کے لئے ٹونے ٹوٹکے کئے جاے ہیں اور یہ بھی کسی نے نہ کیا تو اس گناہ میں تو قریب قریب سبھی عورتیں مبتلا ہیں کہ بچہ ہونے کے بعد اکثر نماز نہیں پڑھتیں اور جو کوئی نماز کو کہتا ہے تو جواب دیتی ہیں کہ بچوں کے ساتھ نماز

پڑھنا کہاں ممکن ہے ہر وقت تو کپڑے ناپاک رہتے ہیں کبھی ہگ دیا کبھی پیشاب کردیا پھر کپڑے بھی بدل لیں تو بچے گود سے نہیں اترتے نماز کے لئے ان کو الگ کریں تو روتے دھوتے ہیں چیختے چلاتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مولویوں کے تو بچے نہیں ہوتے انہیں اس مصیبت کی کیا خبر ان کو تو بس نماز کے لئے تاکید کرنا آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مولویوں کے بچے نہیں ہوتے تو مولونوں کے تو ہوتے ہیں پھر ذرا جاکر دیکھ لو کہ وہ کس پابندی سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتی ہیں اور بعضی اللہ کی بندیاں نماز کے بعد تلاوت قرآن اور مناجات مقبول اور اشراق تک کی بھی پابند ہیں کیا ان کے اولاد نہیں ایسی انوکھی اولاد تمہاری ہی ہے جس کے ساتھ نماز پڑھنا محال ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ جس وقت تمہارا بچہ روتا ہو اور گود سے ہرگز نہ اترتا ہو اگر اس وقت تم کو پیشاب یا پاخانہ کا تقاضا لگے تو بتلاؤ تم کیا کروگی کیا اس کو پلنگ پر روتا ہوا ڈال کر پاخانہ میں نہ جاؤ گی یقیناً سب جاتی ہیں اور وہاں جاکر بعض دفعہ خوب دیر لگ جاتی ہے اور بچہ کے رونے کی کچھ پروا نہیں کی جاتی تو کیا نماز کے لئے تم سے اتنا بھی نہیں ہوسکتا جتنا پیشاب یا پاخانہ کے لئے کرتی ہو افسوس، بس معلوم ہوا کہ یہ سب مہمل عذر ہیں۔

ارادہ کا فائدہ

اور تیسری بات یہ ہے کہ آدمی جس کام کے لئے آمادہ ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس میں ضرور مدد فرماتے ہیں تو جو عورتیں ایسے بہانے کرتی ہیں وہ ذرا نماز شروع کرکے تو دیکھیں انشاء اللہ پھولوں ہلکی ہوجائیں گی۔ مگر اب تو ارادہ ہی نہیں کرتیں اس لئے نہ کرنے کے سو بہانے ہیں، ورنہ ارادہ وہ چیز ہے کہ ایک وہ شخص جس سے بارش یا سردی میں خود اٹھ کر پانی بھی نہیں پیا جاتا اگر صاحب کلکٹر کا حکم اس حالت میں اس کے پاس پہنچے جائے کہ فلاں مقام میں ہم سے آکر ملو تو وہ دو میل پیادہ چلا جاتا ہے لوگ حیرت کرتے ہیں کہ اس میں یہ قوت کہاں سے آگئی۔

میں کہتا ہوں یہ ارادہ کی قوت ہے جس پر حق تعالیٰ نے امداد کا وعدہ فرمایا ہے تو جناب یہ عورتیں نماز کا ارادہ ہی نہیں کرتیں ورنہ کچھ مشکل بات نہ تھی۔

نماز کا پابند ہونے کی آسان ترکیب

لیجئے میں ایک تدبیر بتلاتا ہوں جس سے بہت جلد نماز کی پابندی حاصل ہو جائیگی۔ وہ یہ کہ جب ایک وقت کی نماز قضا ہو تو ایک وقت کا فاقہ کرو پھر دیکھیں نماز کیسے قضا ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ نماز کی پابندی تو فاقہ سے ہوگی مگر فاقہ کی پابندی کیونکر ہوگی اس کی بھی تو کوئی ترکیب بتلاؤ کیونکہ یہ تو نماز سے بھی زیادہ مشکل ہے فاقہ کس سے ہوسکتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ فاقہ میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا بلکہ چند کاموں سے اپنے کو روکنا پڑتا ہے اور یہ اختیاری بات ہے کہ ایک کام مت کرو کسی کام کا کرنا تو مشکل ہوتا ہے مگر نہ کرنا کیا مشکل ہے۔ اور اگر کسی سے یہ نہ ہوسکے تو وہ اپنے ذمہ کچھ جرمانہ مالی مقرر کرلے کہ اتنے پیسے فی نماز خیرات کیا کروں گی یا کچھ نمازیں مقرر کرلیں کہ ایک نماز قضا ہوئی تو مثلاً دس رکعتیں نفل جرمانہ کی پڑھا کروں گی اس طرح چند روز میں نفس ٹھیک ہوجائیگا ان شاء اللہ تعالیٰ ذرا عمل کرکے تو دیکھو۔

اولاد کے لئے آئندہ کی فکر میں کئے جانے والے گناہ

تیسری غلطی اولاد کی آئندہ کے لئے فکر کرنے میں کی جاتی ہے اس میں لوگ بڑی خرابیاں کرتے ہیں۔ اول تو تمام جائداد ان کے نام کر دیتے ہیں اور لڑکیوں کو محروم کر دیتے ہیں اس کا سخت وبال ہے۔ پھر مزا یہ کہ وہ جائداد حرام طریقہ سے حاصل کی جاتی ہے رشوت سے، کہیں سود سے، یہ وبال الگ رہا پھر بعضے زندگی ہی میں اولاد کے نام داخل خارج کرادیتے ہیں اس کا نتیجہ وہ دنیا ہی میں دیکھ لیتے ہیں کہ بعض دفعہ اولاد جائداد کی مالک بن کر ماں باپ کو ایک دانہ بھی نہیں

دیتی اور پیچھے تو ان کو ثواب کون پہنچاتا ہے کوئی بھول کر نام بھی نہیں لیتا ہاں دو چار دن برادری کے دکھانے کو کچھ کر دیتے ہیں سو اس سے والدین کو کچھ نفع نہیں ہوتا کیونکہ نیت ریا کی ہے اور اپنے اوپر سے الزام وطعن کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے پھر اس بے اعتنائی کے ساتھ یہ بھی تو نہیں کرتے کہ باپ ماں کو بھلا کر ان کے جمع ذخیرہ جائداد سے خود ہی راحت اٹھالیں۔ اگر اتنا بھی کریں تو خیر والدین کا کچھ مقصود تو حاصل ہو جائے مگر وہاں یہ ہوتا ہے کہ ماں باپ کی رقم اور جائداد کو دل کھول کر اڑایا جاتا ہے۔ اور کہاں رنڈی بھڑوں میں یار دوستوں میں باپ ماں نے تو مصیبت جھیل کر پیٹ اور تن کاٹ کر اور ایمان کھو کر گناہ سر پر لاد کر مال و جائداد جمع کی تھی صاحبزادہ نے اس کی یہ قدر کی کہ سب کی سب رذیل لوگوں میں اڑادی (کیوں نہ ہو مال حرام بود بجائے حرام رفت)(۱) اسی لئے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اپنے اولاد کے لئے کچھ جمع نہ کرے اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ اولاد خدا کی دوست اور مطیع ہونگے یا دشمن و نافرمان اگر دوست اور مطیع ہوئے تو خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کیا کرتے اس صورت میں تم کو ان کی فکر کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر یہ خدا کے دشمن و نافرمان ہوئے تو خدا کی نافرمانی میں ان کو امداد دینا یہ کیا مناسب ہے، واقعی بات تو خوب فرمائی لیکن میرا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ ایسی ہی بن جاویں یہ ان کی خاص حالت تھی میں سب کو اس حال کی تعلیم کی ہے بلکہ حدیث شریف میں تو اس کی ترغیب ہے کہ اپنی عیال کو غنی چھوڑنا اس سے اچھا ہے کہ انکو بالکل خالی ہاتھ چھوڑ جاؤ تو اولاد کے لئے کچھ اندوختہ چھوڑ جانا برا نہیں مگر یہ تو نہ ہو کہ دوسرے کا گلا کاٹ کر انکا کرتہ سیا جائے کہ رشوت اور سود سے ذخیرہ جمع کیا جائے۔ غریبوں کی زمین ناحق دبا کر اپنی جائداد کو بڑھایا جاوے اور کسی نے اگر یہ ظلم بھی نہ کیا تو دوسرا ظلم یہ کیا تو کہ بیٹیوں کو محروم کر کے سب

(۱) حرام مال حرام جگہ خرچ ہو گیا۔

زمین بیٹوں کے نام کردی یہ ہیں وہ گناہ جو مال اور اولاد کی وجہ سے ہم کرتے ہیں جن کو میں نے مختصرا بیان کردیا اس سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مال واولاد اکثر معصیت کا سبب ہوتے ہیں۔

مال واولاد سے بے جا محبت کا نقصان

اس لیے حق تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! یہ اموال واولاد تم کو ذکراللہ یعنی طاعت سے غافل کر کے معصیت کا سبب نہ بن جاویں اور جو ایسا کرے گا تو وہ زیاں کار ہے یہاں کیا اچھا لفظ ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَاُولٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ جس میں جیسا کہ ابھی مذکور ہوتا ہے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسا شخص نفع کی چیز میں ٹوٹا اٹھانے والا ہوگا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مال واولاد فی نفسہ ضرر کی چیز نہیں بلکہ اگر معصیت کا سبب نہ بنے تو واقع میں نفع کی چیز ہے اور یہ اشارہ اس وجہ سے ہے کہ خسارہ مطلق نقصان کو نہیں کہتے بلکہ نفع کی چیز میں نقصان ہونے کو خسارہ کہا کرتے ہیں بہرحال ایسے لوگ خسارہ میں ہیں اور زیاں کار ہیں۔ اور اطلاق خسارہ سے اس پر بھی دلالت ہے کہ صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی یہ لوگ خسارہ[1] ہی کے اندر ہیں کیونکہ مال واولاد کی ایسی محبت وبال جان ہوجاتے ہیں اور مال و اولاد ایسے ہی شخص کے لئے معصیت کا سبب ہوجاتے ہیں جس کو ان سے ایسی محبت ہو سو محبت مال کا وبال جان ہونا تو ظاہر ہے کہ ہر وقت آدمی کو اسی کی فکر رہتی ہے کہ آج اتنے روپئے ہیں تو کل کو اتنے ہوجاویں گے چنانچہ اپنی جان پر مصیبت ڈال ڈال کر روپیہ جوڑا جاتا ہے پھر رات کو اُسے بار بار دیکھا جاتا ہے کہ اپنی جگہ پر ہے بھی یا نہیں چوروں کے کھٹکے سے راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ اور اولاد کا وبال جان ہونا آپ کو اس حکایت سے معلوم ہوجائیگا کہ میں نے ایک والی ملک کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ ان کو اپنے بیٹوں سے

(۱) نقصان ہی میں ہیں۔

اسقدر محبت تھی کہ رات کو وہ سب کو ساتھ لیکر لیٹتی تھیں جدا کر کے ان کو چین ہی نہ آتا تھا پھر جب بچے زیادہ ہوگئے اور ایک پلنگ پر نہ آسکے تو انہوں نے پلنگ پر سونا چھوڑ دیا سب کو لیکر نیچے زمین میں فرش پر سویا کرتی تھیں اور اس پر بھی اعتبار نہ آیا بلکہ کسی پر ہاتھ رکھ لیتیں اور کسی پر پیر اور رات کو بار بار آنکھ کھلتی اور ہر بچے کو ٹٹول کر دیکھ لیا کرتیں۔ واقعی یہ محبت تو عذاب ہی ہے پھر اگر ایمان بھی نہ ہوا تو دونوں عالم میں معذب ہے اسی کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ وَاَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (۱) کیونکہ ان کو نہ دینا میں چین ملا نہ آخرت میں اور اگر ایمان ہوا تو خیر دنیا ہی بے لذت ہوئی۔ آخرت انجام کار انشاء اللہ پرلطف ہوجائیگی غرض ثابت ہوگیا کہ محبت مال واولاد کبھی معصیت کا سبب ہوجاتی ہے اور اس سے دنیا وآخرت دونوں کا خسارہ ہوجاتا ہے۔ خواہ خسارہ محدود ہو یا غیر محدود البتہ جو لوگ اعتدال کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور حقوق الٰہیہ کو غالب رکھتے ہیں ضائع نہیں کرتے وہ ہر وقت لطف میں ہیں بس اب میں ختم کرتا ہوں دعا کیجئے کہ خدا تعالیٰ ہم کو اپنی یاد سے غافل نہ فرمائیں اور مال واولاد کو ہمارے لئے سبب فتنہ نہ بنادیں۔(۲)

اٰمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ وعظ ختم ہوا۔

---

(۱) اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں ان کو گرفتار عذاب رکھے۔ اور ان کا دم حالت کفر ہی میں نکل جاوے'' سورۃ التوبہ: ۸۵ (۲) اللہ تعالیٰ تمام پڑھنے والوں کو اس وعظ سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

خلیل احمد تھانوی

۱۴۳۲/۱۲/۱۸ھ ۔ ۲۰۱۱/۱۱/۱۵ء